امام طحاویؒ

(۷)

از جناب مولوی سید قطب الدین صاحب حسینی صابری ایم۔ اے (عثمانیہ)

بہر حال جب ان بزرگوں نے کچھ نہیں ارشاد فرمایا تو علامہ علاء الدین ابن الترکمانی کے متعلق میں کہاں سے مواد لا سکتا ہوں، مجبوراً انھوں نے اپنی کتاب "الجوہر النقی" کے دیباچہ میں جو چند الفاظ لکھے ہیں، اسی کے نقل کرنے پر قناعت کرتا ہوں۔ حمد و نعت کے بعد فرماتے ہیں۔

فھذہ فوائد علقتھا علی السنن الکبرے للحافظ ابی بکر البیھقے رحمہ اللہ تعالے — یہ چند مفید باتیں ہیں، حافظ ابوبکر بیہقیؒ کی سنن کبریٰ پر میں نے ٹانکی ہیں

یہاں تک تو انھوں نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ حافظ کی سنن پر کچھ فوائد آپ نے اضافہ کئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد الفاظ یہ ہیں۔

اکثرھا اعتراضات و مناقشات و مباحثات معہ۔ — یہ فوائد دراصل حافظ ابوبکر بیہقی کے کلام پر اعتراضات ہیں، گرفتیں ہیں اور مباحثے ہیں۔

دیکھنے میں یہ "فوائد علی البیہقی" کل تین لفظوں میں ادا ہوئے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ حنفیت کا طویل و عریض رقبہ مصر سے ماوراء النہر بلکہ ہندو چین تک ڈھائی سو سال سے جس خفت کو محسوس کر رہا تھا۔ خفت کا یہ سارا بوجھ ان تین لفظوں سے اتر جاتا ہے۔ اگر واقعی بیہقی پر اعتراض کرنے گرفت کرنے اور اصل نتیجہ تک پہنچنے کے لئے بحث و تحقیق کرنے میں کوئی کامیاب ہو۔

مجھے اوروں کا حال معلوم نہیں لیکن اپنی محدود رسائی کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ یہ طریقۂ احناف نہیں بلکہ ٹھیک بطریقۂ شافعیہ ترکی کا مکمل و دل نشین فیصلہ کن جوابی حملہ ترکی ہی میں علامہ ماردینی ابن الترکمانی اپنی اس کتاب کے ذریعہ سے دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ شاید مناظرات و مجادلات کے سلسلہ میں اتنی کامیابی کسی کو کم میسر آئی ہوگی۔ افسوس کہ میرے مقالہ کی محدودیت اجازت نہیں دیتی کہ میں ماردینی کے ان اعتراضات مناقشات مباحثات کی مثالوں سے تشریح کروں، ورنہ دکھایا جا سکتا تھا کہ میں نے جو دعوی کیا ہے وہ کہاں تک حق بجانب ہے، تاہم ایک عام اور مشہور مسئلہ جس میں حنفی مذہب کا پہلو نہ صرف نقلاً بلکہ قیاساً اور رایاً و عقلاً بھی بہت کمزور ہے۔ اس کا اجمالی ذکر تو کر ہی دیتا ہوں۔ میری مراد مسئلہ قہقہہ سے ہے کہ حنفی مذہب میں صرف مفسد صلوٰۃ ہی نہیں بلکہ ناقض وضو بھی ہے۔ عراق کے اہل الرائے کی اس سادگی پر "حشویہ" اور "ظاہریہ" تک کو حیرت ہے کہ وضو کے شکست کو قہقہہ سے کیا تعلق، مگر سب جانتے ہیں کہ اہل الرائے کے امام کی یہی رائے ہے۔ حتی کہ براہِ راست امام شافعیؒ سے اس مسئلہ میں یہ اعتراف منقول ہے کہ جو قہقہہ کو ناقضِ وضو کہتے ہیں (یعنی ابو حنیفہؒ)

یزعم ان القیاس ان لا ینتقض ولکنہ — قیاس تو چاہتا ہے کہ وضو قہقہہ سے نہ ٹوٹتا لیکن

یتبع الآثار (بیہقی) — اس باب میں امام ابو حنیفہؒ نے آثار کی پیروی کی ہے۔

بہرحال مسئلہ تو یہی ہے، بیہقی نے اس سوال کو اٹھایا، جی تو ان کا بھی چاہتا تھا کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں یعنی وضو قہقہہ سے نہیں ٹوٹتا کوئی مرفوع متصل حدیث پیش کرتے، خصوصاً بعض شوافع ابو شیبہ ابن ابراہیم کے حوالہ سے ایک حدیث مرفوع پیش بھی کرتے تھے لیکن جانتے تھے کہ ابو شیبہ بن ابراہیم کا حال لوگوں کو معلوم ہے اس لئے روایت تو نقل کر دی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ،

ابو شیبہ ضعیف والصحیح — ابو شیبہ حدیث کا راوی ضعیف ہے اور صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

انہ موقوف — وسلم کی طرف یہ حدیث منسوب نہیں ہے بلکہ موقوف ہے۔

مگر اب جو حدیثوں کے ذخیرہ پر نظر پڑی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز حنفیہ کے خلاف ان کو نہ ملی، مجبوری میں کیا کرتے، بڑی مشکل سے دو صحابیوں یعنی جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کا قول ان کو ملا، جس میں قہقہہ نہیں بلکہ "ضحک" کے متعلق یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے (یعید الصلوٰۃ ولا یعید الوضوء)[1] اور ابو موسیٰ اشعری سے (فلیعد الصلوٰۃ) مروی ہے، ابو موسیٰ اشعری کے قول میں وضو کے عدم ذکر کو ذکر قرار دیکر بیہقی نے اس کو بھی اپنی دلیل بنا لیا، زور پہنچانے کے لئے ابو امامہ باہلی کا ایک قول جس میں صراحتاً "ضحک" تک کا بھی ذکر نہیں ہے مگر ضمناً اس پر بھی اثر پڑتا تھا اس لئے اس کو بھی نقل کیا کہ

الحدث ما کان من النصف الاسفل حدث وہ ہے جو جسد کے نچلے حصہ سے ہو

چونکہ قہقہہ کا تعلق نصفِ اعلیٰ سے ہے اس لئے جہاں خون نکلنے نکسیر پھوٹنے قے وغیرہ کے متعلق اس سے عدم نقض وضو کا حکم نکلتا ہے۔ ضحک بھی اس ضمن میں داخل ہو گیا۔ "اصح ما فی الباب" حدیث مرفوع کو سب پر ترجیح دینے والے شوافع کی طرف سے صحابہ کے قول کے بعد پھر تابعین کے متعلق ابو الزناد کی ایسی خبر کو بھی دلیل کا رنگ دیا گیا کہ ابو الزناد کہتے تھے کہ ایسے فقہاء جن کے فتویٰ پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً سعید بن المسیب، عروۃ قاسم بن محمد ان سب کو یہی پایا کہ

یقولون فیمن رعف غسل عنہ الدم ولم یتوضأ وفی من ضحک فی الصلوٰۃ اعادھا ولم یعد وضوءہ۔ وہ کہتے تھے کہ جس کی نکسیر پھوٹے وہ صرف خون دھولے اور دوبارہ وضو نہ کرے یوں ہی نماز جس نے ہنس دیا ہو وہ صرف نماز کو دہرائے گا۔

یہ سارے تیر حنفیوں کے اس حدیث مرفوع کے مقابلہ میں چلائے گئے جو اس سلسلہ کے متعلق وہ پیش کرتے ہیں۔

ان رجلا اعمی جاء والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اندھا آدمی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز

---

[1] یعنی نماز لوٹائے وضو کو نہ لوٹائے۔

فی الصلوٰۃ فتردی فی بئر فضحک ناس	میں تھے اندھا گر پڑا ایک کنویں میں تو ہنس پڑے
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں
فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحک	سے۔ تب حکم دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہنسا ہو
ان یعید الوضوء والصلوٰۃ۔	چاہئے کہ وضو کو دوبارہ کرے اور نماز کو لوٹائے۔

حافظ بیہقی کو معلوم ہے کہ یہ حدیث معمولی لوگوں کی روایت کی ہوئی نہیں ہے بلکہ اساطین حدیث ابن شہاب زہری، حسن بصری، ابراہیم نخعی سب اس کے راوی ہیں اور جن جن لوگوں نے ان بزرگوں کے واسطے سے اس حدیث کو آنحضرت کی طرف منسوب کیا ہے، بیہقی یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے کسی پر جرح نہیں ہے تاہم اس پر اڑے کہ ان تابعین نے براہ راست آنحضرت سے تو اس کو سنا نہیں۔ درمیان کا راوی صحابی ہے یا کوئی اور، اس شک کی وجہ سے حدیث قابل استدلال نہیں اس پر اتنا اور اضافہ کیا کہ ایک شخص ابو العالیہ بھی اس حدیث کا راوی ہے اس کے بعد اب حافظ نے یہ دو مستقل جرح قائم کیں۔

(۱) ابو العالیہ کے متعلق یہ تصریح کر کے کہ

سائر احادیثہ مستقیمۃ صالحۃ	ان کی ساری روایتیں صالح اور درست ہیں۔

فرماتے ہیں لیکن صرف حدیث قہقہہ کی وجہ سے یعنی

من اجل ھذا الحدیث تکلموا فیہ	اس حدیث کی وجہ سے لوگوں نے ان کے متعلق کچھ گفتگو کی ہے

مطلب یہ ہوا کہ ابو العالیہ کی وجہ سے حدیث نہیں بلکہ حدیث کی وجہ سے لوگوں نے ابو العالیہ میں چونکہ کلام کیا ہے اس لئے اس کی روایت حجت نہیں ہو سکتی۔

(۲) رہے حسن، زہری، اور ابراہیم، حافظ بیہقی نے خم ٹھونک کر دعویٰ کر دیا کہ ان سبھوں نے ابو العالیہ ہی سے یہ حدیث سنی ہے۔

عبد الرحمن ابن مہدی امام فن رجال وحدیث سے علی بن مدینی نے پوچھا تھا کہ

(الف) ابوالعالیہ کے سوا حسن بصری بھی تو اس کے راوی ہیں تو جواب میں فرمایا کہ حماد بن زید نے مجھ سے اور حماد سے حفص بن سلیمان نے بیان کیا تھا کہ انا حدثت بہ الحسن عن حفصۃ عن ابی العالیۃ۔

(ب) اور ابراہیم بھی تو راوی ہیں عبدالرحمٰن نے کہا کہ مجھ سے شریک نے کہا کہ ابو ہاشم ان سے کہتے تھے کہ ابراہیم سے ابوالعالیہ کے واسطے سے میں نے ہی کہا تھا۔

(ج) اور زہری بھی تو راوی ہیں عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے زہری کے بھتیجے کی کتاب میں دیکھا ہے کہ زہری اس حدیث کو بواسطہ سلیمان بن ارقم حسن ہی سے روایت کرتے ہیں اور حسن کی روایت ابوالعالیہ سے ہے۔ پس زہری والی روایت بھی ابوالعالیہ کی طرف راجع ہوگی۔

بات اگر اتنی ہی ہوتی تو معاملہ گویا ختم ہو چکا تھا لیکن بیہقی کو معلوم تھا کہ اسی حدیث کے راوی امام امام ابوحنیفہ خود بھی ہیں اور اس میں معبد نامی شخص اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حنفیہ اس بنیاد پر اس حدیث کو بجائے مرسل کے متصل مانتے ہیں۔ بیہقی نے روایت کو نقل کر کے جی تو چاہتا ہوگا کہ امام ابوحنیفہ ہی پر جرح کر دیں جیسا کہ بعض شوافع نے کیا ہے۔ لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی اور معبد کے نام کو معبد جہنی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

معبد ھذا لا صحبۃ لہ وھو اول — اس معبد کو شرف صحبت بھی حاصل نہیں بلکہ تقدیر کے مسئلہ پہلے
من تکلم فی القدر بالبصرۃ۔ — جس نے گفتگو بصرہ میں شروع کی وہ یہی شخص ہے۔

ظاہر ہے کہ بیچارے علماء احناف جن میں اکثر ابوالعالیہ کے نام سے بھی شخصی طور پر واقف نہیں، ان کے سامنے معلومات کا جب یہ دریا بہا دیا گیا ہو کہ حسن بصری، زہری، ابراہیم سب کا قصہ ابوالعالیہ پر ختم ہوتا ہے اس کے لئے زہری کے بھتیجے کی کتاب کا حوالہ اور یوں ہی تلاش و جستجو کر کے سب کی روایات کو ابوالعالیہ پر منتہی ہونا یہ فن رجال کے وہ نکات ہیں جن کی احناف کے عام مولویوں کو کیا خبر۔ بیہقی کی ساری کتاب اس قسم کے معلومات سے معمور ہے۔

مگر اب فنِ رجال واسناد سے نہ دلچسپی رکھنے والے احناف ہی کے ایک عالم ماردینی کو دیکھئے وہ میدان میں اترتے ہیں اور حافظ بیہقی سے پوچھتے ہیں۔

(۱) کیا یہ روایت معبد جیسے مشتبہ آدمی کے سوا اور کسی صحابی سے مروی نہیں؟ خصوصاً حسن بصریؒ جن کے ذریعہ سے امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں ماردینی اپنے ساتھ بیہقی کی کتاب "الخلافیات" بھی لاتے ہیں، کھولکر بتلاتے ہیں کہ

عن اسمعیل بن عیاش عن عمرو ابن قیس عن الحسن (البصری) عن عمران بن حصین

جس میں حسن بصری معبد سے نہیں، عمران بن حصین صحابی کے واسطہ سے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منسوب کرتے ہیں یعنی ارسال کا قصہ ختم ہوا۔ اور ابنِ عیاش پر کچھ شبہ ہو تو ہو، بجنسہ اسی سند سے حافظ ابنِ عدی نے بجائے ابنِ عیاش کے ابنِ راشد کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری حضرت عمران بن حصین سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ رہے ابنِ راشد تو دیکھ لیجئے "وثقہ احمد بن حنبل و ابن معین" پھر اسی "الخلافیات" میں ابنِ عمر سے یہ روایت مروی ہے، گویا علاوہ معبد کے دو صحابی عمران بن حصین اور ابنِ عمر اس کے راوی ہیں اور بیہقی اس سے واقف ہیں۔ لیکن یہاں صرف معبد جس میں اشتباہ تھا اس کو پیش فرما دیا گیا۔ پھر معبد کو معبد جہنی کس بنیاد پر قرار دیا گیا؟ ماردینی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے تین طریقہ سے یہ روایت آئی ہے اور کسی میں یہ نہیں ہے کہ معبد جہنی تھے۔

اب سنئے معبد نامی ایک ہی آدمی نہیں ہیں، حافظ ابن مندہ کی معرفۃ الصحابہ سے ماردینی نقل کرتے ہیں۔

معبد بن ابی معبد جو ابن ام معبد کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں دیکھا تھا۔	معبد بن ابی معبد وھو ابن ام معبد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو صغیر۔

اور یہ وہ مشہور ام معبد کے صاحبزادے ہیں جن کے خیمہ میں ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے

اور بکری سے دودھ نکالنے کا واقعہ پیش آیا۔ ماردینی اس پر اور اضافہ کرتے ہیں کہ ابن مندہ نے تصریح کی ہے کہ ابوحنیفہؒ جس سے قہقہہ والی حدیث روایت کرتے ہیں وہ الحسن عن معبد بن ابی معبد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ حافظ ابن مندہ نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وھو حدیث مشھور عنہ رواہ ابو یوسف القاضی واسد بن عمرو وغیرھما۔ — ابوحنیفہؒ سے یہ مشہور حدیث ہے۔

ماردینی فرماتے ہیں۔

فظھر بھذا ان معبد المذکور فی ھذا الحدیث لیس ھو الذی تکلم فی القدر کما زعم البیھقی۔ — اس سے معلوم ہوا کہ جن معبد کا ذکر اس حدیث کی سند میں ہے وہ معبد تقدیر پر کلام کرنے والا معبد نہیں ہے جیسا کہ بیہقی کا خیال ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ "الجہنی" کا اضافہ اگر خود ہی کر دیا ہے تو خیر ورنہ اگر سند سے معلوم ہوا ہے تو پیش کرنا تھا۔

ولم یذکر ذالک بسند لینظر فیہ — کوئی سند تو اس کی بتائی نہیں ہے ورنہ اس میں دیکھا جاتا۔

اور بات اسی پر ختم نہیں کرتے پھر فرماتے ہیں کہ۔

ولو سلمنا انہ الجھنی المتکلم فی القدر فلا نسلم انہ لا صحبۃ لہ — اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ تقدیر ہی پر کلام کرنے والا معبد یہ ہو تو یہ ہم نہیں مانتے کہ ان کو شرف صحبت حاصل نہ تھا۔

پھر ابن عبدالبر کی استیعاب سے نقل کرتے ہیں۔

اسلم قدیما وھو احد الاربعۃ الذین حملوا الویۃ جھینۃ یوم الفتح۔ — بہت پہلے اسلام لائے اور یہ ان چار آدمیوں میں ایک ہیں جو فتح مکہ کے دن جہینہ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔

صرف ابن عبد البر ہی نہیں بلکہ

قال ابو احمد فی الکنی، و ابن ابی حاتم — ابو احمد نے "الکنی" نامی کتاب میں اور ابن ابی حاتم دونوں نے

کلاھما ان لہ صحبۃ۔ — تصریح کی ہے کہ ان کو شرف صحبت حاصل تھا۔

اس کے سوا بھی انھوں نے ابن حزم، ابن عدی، امام بخاری کے حوالوں سے معبد کے متعلق اور بھی کچھ مواد فراہم کیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ "عدم نقض وضو بالقہقہہ" کے متعلق شوافع کے پاس کوئی مرفوع حدیث آنحضرتؐ کی موجود نہیں مگر نقض وضو کی حدیث رکھتے ہوئے انھوں نے صحابہ اور تابعین کے فتووں میں پناہ لی تھی، ماردینی وہاں بھی پہنچتے ہیں۔ پہلے ان کی سند ہی پر انھوں نے کلام کیا ہے کہ ان صحابیوں کی طرف ان فتووں کی نسبت ہی مشکوک ہے۔ پھر بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ ان ہی کے اقوال ہیں تو اب بات صحابہ اور تابعین کے فتووں پر ٹھیری اس لحاظ سے بھی سنئے۔

قال ابن حزم روینا ایجاب الوضوء من الضحک — ابن حزم کہتے ہیں کہ ضحک (یعنی نماز کے اندر ہنسنے) سے

عن ابی موسی اشعری والنخعی والشعبی — وضو کرنا واجب ہوتا ہے یہ فتوی ابو موسی اشعری ابراہیم

والثوری والاوزاعی۔ — نخعی، شعبی، ثوری، اوزاعی سے روایت کیا گیا ہے۔

چلئے آپ کے پاس صحابہ اور تابعین تبع تابعین کے اقوال ہیں تو ہمارے پاس صحابہ اور سلف کے ایک بڑے طبقہ کا فتوی ہے پھر ہم ایک مرفوع متصل سند کے ساتھ حدیث بھی رکھتے ہیں اور آپ اس سے محروم ہیں۔

بیہقی نے علاوہ اسنادی بھول بھلیوں کے بعض اصولی باتیں بھی پیش کی ہیں۔ مثلاً زہری اور حسن کا فتوی خود اس حدیث کے خلاف ہے اگر ان کو اس پر اعتماد ہوتا تو اس کے قائل کیوں نہ ہوتے۔

ماردینی نے پوچھا ہے کہ اس اصول کو اور جگہ بھی آپ یاد رکھیں گے یا نہیں۔ کتے کے سور یعنی جھوٹے کے متعلق ابو ہریرہؓ کا فتوی تین دفعہ دھونے کا ہے مگر روایت متصل سات دفعہ کی ہے، ہم حنفیوں نے اس وقت

جب عرض کیا کہ رات کی روایت پر ان کو اعتماد ہوتا تو تین دفعہ کا فتویٰ کیوں دیتے تو اس وقت بالاتفاق اس صف سے غوغا بلند ہوا کہ ہمکو حدیث سے بحث ہے راوی کی رائے سے تعلق نہیں، لیکن آج اسی کو دلیل کی شکل میں پیش فرمایا جاتا ہے، ماردینی نے یہ مان کر کہ بالفرض اس حدیث کا اتصال نہ بھی ثابت ہو اور مرسل ہی ہو، پھر بھی ابنِ حزم کا یہ قول پیش کیا ہے۔

کان یلزم المالکین و	لیکن مالکیوں اور شافعیوں پر اس کا ماننا اس لئے لازم ہوجاتا ہے
الشافعین لشدۃ تواترہ	کہ جن جن لوگوں سے اس کا ارسال منقول ہے ان کی تعداد
عن عدد من ارسلہ۔	حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

پھر خود اضافہ کرتے ہیں۔

ویلزم الحنابلۃ ایضا لانھم	اور حنبلیوں کو بھی اس حدیث کا ماننا اس لئے لازم وضروری ہے کہ
یحتجون بالمرسل۔	حنابلہ اصولاً مرسل حدیثوں سے استدلال واحتجاج کرتے ہیں۔

اور آخر میں ایک فیصلہ کن بات فرماتے ہیں۔

وعلی تقدیر انھم لایحتجون بہ	اور بالفرض مان لیا جائے کہ حنابلہ مرسل سے جواز استدلال کے
فاقل احوالہ ان یکون ضعیفا	نہ بھی قائل ہوں تو کم از کم یہ تو ماننا ہی پڑے گا وہ حدیث قہقہہ
والحدیث الضعیف عندھم	والی ضعیف حدیث ہی، حنبلیوں کا مسلک تو یہ ہے کہ ضعیف
مقدم علی القیاس الذی اعتمدوا	حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ اسی قیاس پر جس پہ
علیہ فی ھذہ المسئلہ۔	مسئلہ قہقہہ میں وہ اعتماد کر رہے ہیں۔

ایسی روایت جو تین تین صحابی عمران بن حصین، ابن عمر، معبد سے مروی ہو، ماردینی نے پوچھا ہے کہ اس کے متعلق صرف مشتبہ "معبد" ہی کے ذکر کے کیا معنی ہیں؟ رہ گئی وہ تحقیق انیق کہ حسن، زہری، ابراہیم سب ابوالعالیہ پر گھومتے ہیں۔ ماردینی نے لکھا ہے کہ یہ بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ

العجب منہ کیف یقول ھذا وقد تعجب اس شخص سے ہے یہ کیسے کہہ رہے ہیں حالانکہ گذر چکا کہ خود

تقدم انہ اخرجہ من طریق الحسن امام بیہقی نے حسن بصری کی وہ روایت جو عمران بن

عن عمران بن حصین۔ حصین کے طریقہ سے مروی ہے اس میں ابوالعالیہ پر سند کا مدار نہیں

اسی پر اور اضافہ کرتے ہیں کہ عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا خود بیہقی نے اس حدیث

کو ابن عمر کے طریقہ سے روایت کیا ہے (اور اس میں بھی ابوالعالیہ کا قصہ نہیں ہے) باقی زہری کے متعلق ان کے

بھتیجے کی شہادت یہ ہے کہ

ابن اخی الزہری ضعیف کذا قال زہری کے بھائی کے لڑکے ضعیف ہیں۔ ابن معین نے

ابن معین رواہ عنہ عثمان الدارمی عثمان دارمی سے یہ بات نقل کی ہے۔

اور ابراہیم کے متعلق شریک کا دعویٰ کہ ابوہاشم نے اس سے کہا تھا کہ میں نے ابوالعالیہ کے حوالہ سے

یہ روایت ابراہیم کو سنائی تھی، سو اس شریک کا حال سنئے۔

شریک ھذا ھو النخعی تکلموا فیہ۔ یہ شریک نخعی ہیں ائمہ نقد نے ان پر بھی کلام کیا ہے۔

اور دوسروں نے نہیں خود اسی کتاب "السنن الکبریٰ" میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

شریک مختلف فیہ کان یحیی شریک کے متعلق ائمہ نقد باہم مختلف ہیں، یحییٰ بن سعید

القطان لا یروی عنہ ویضعف القطان ان سے روایت نہیں لیتے تھے اور ان کی

حدیثہ جدا۔ حدیث کی حد سے زیادہ کمزوری پر زور دیتے تھے۔

ایک اور جگہ اسی کتاب میں پھر بیہقی کہتے ہیں۔

شریک لم یحتج بہ اکثر اھل العلم۔ شریک سے اکثر اہل علم استدلال نہیں کرتے اور ان کو حجت نہیں سمجھتے۔

مگر جب ہماری باری آئی تو شریک نے ابوہاشم کی طرف جو بات منسوب کی وہ دلیل بنائی گئی۔

یہ چند باتیں موٹی موٹی ماردینی کے کلام سے خلاصہ کرکے میں نے پیش کر دی ہیں مقصد صرف یہ کھانا ہے

کہ رجال کے حربے سے جو رعب ڈالا گیا تھا کیا ماردینی کے مباحث کے بعد یہ قائم رہ سکتا ہے۔ یہ کلام تو اس حدیث کے متعلق تھا جس سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں۔ بھلا اس میں ارسال کا نقص کون نکال سکتا ہے۔ اگرچہ اس بحث میں مجھے کچھ طوالت کا تو مرتکب ہونا پڑا لیکن مورخین نے جس درخت کے قصہ کو اجمال کے پردہ میں ڈال دیا تھا اس کے پہچاننے کے لیے چارہ ہی کیا تھا۔ بجز اس کے کم از کم ایک دو پھل تو اس کے پیش کئے جائیں تاکہ نمونہ صحیح طور پر کام دے سکے۔ میں نے حنفیوں کے کمزور ترین مسئلہ کا اسی لئے انتخاب کیا۔ اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علامہ ماردینی نے اپنی اس کتاب میں شافعیوں کی راہ سے اور اسی علم کے ذریعے جس پر اُن کو ناز ہے امام ابو حنیفہؒ کے مکتب خیال کی تائید میں کتنا بڑا کام کیا ہے۔ کہنے کو تو ان کی کتاب صرف دو جلدوں میں ہے لیکن کیفیت اور قیمت میں بیہقی کی دس جلدوں پر اس کے وزن کو کوئی زیادہ محسوس کرے خصوصاً فنِ رجال وسند کے متعلق تو غالباً بیجا نہ ہوگا۔

یہ بات کہ علماء احناف جیسا کہ بار بار کہتا چلا آرہا ہوں رجال وسند کے مسائل سے انھیں عموماً دلچسپی نہ تھی پھر اچانک ساتویں صدی ہجری میں ایک ماردینی ہی نہیں بلکہ حنفی علماء کی ایک کافی تعداد حدیث اور علم حدیث میں جو مشغول نظر آتی ہے اور اس کے بعد مدت تک مصر میں ابن ہمام قاسم بن قطلوبغا اور ان جیسے اور بھی ایسے حنفی علماء پیدا ہوتے رہے جن کا تعلق حدیث اور فقہ سے تقریباً مساوی تھا۔ اس ذہنی اور ذوقی انقلاب کا واقعی سبب کیا تھا؟

بظاہر اس سلسلہ میں مجھے اب تک اور تو کوئی چیز نہیں ملی ہے بجز اس کے کہ چھٹی صدی ہجری مصر کا وہ عہد ہے جس میں بجائے کسی ایک مذہب کے چاروں مذاہب کے قضاۃ کا تقرر ہونے لگا۔ السیوطی نے ابن میسر کی تاریخ مصر سے نقل کیا ہے کہ

فی سنۃ خمس وعشرین وخمسمائۃ فی الحکم ۵۲۵ھ ہجری میں عدالت میں چار چار قاضیوں کا تقرر
اربع قضاۃ یحکم کل قاض بمذھبہ ہونے لگا۔ ہر قاضی اپنے مذہب کے رو سے فیصلہ کرتے تھے

ویورث بمذھبہ اور وراثت اپنے مذہب کے قاعدوں سے دلاتے تھے۔

اس بدعت کو حسنہ کہئے یا سیئہ اس سے پہلے چونکہ مصر کے قضا پر زیادہ تر شافعیوں کا تقرر ہوتا تھا حتیٰ کہ السیوطی نے تو یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ

کان متمحضا للشافعیۃ فلا یعرف ارتضیرھم حکم فی الدیار المصریہ منذ ولیھا ابوزرعۃ محمد بن عثمان الدمشقی فی سنہ اربع وثمانین ومأتین

مصر کی قضاۃ شافعیوں کیلئے مخصوص تھی مصری علاقوں میں اس زمانہ سے یعنی جب سے ۲۸۴ھ میں ابو زرعہ محمد بن عثمان دمشقی کا تقرر ہوا شافعی قاضیوں کے سوا فصل خصومات کے سلسلہ میں اور کسی مذہب کے قاضی کو کوئی نہیں جانتا پہچانتا تھا۔

اور مصری نہیں بلکہ ان کا بیان ہے کہ

وکذا دمشق لم یلیھا بعد ابی زرعۃ المشار الیہ الا الشافعی [1]

یہی حال دمشق الشام کا بھی تھا کہ ابوزرعہ مذکور کے بعد وہاں شافعی قاضی کے سوا اور کسی کا تقرر نہیں ہوتا تھا۔

لیکن صدیوں سے شافعیوں کو جو اجارہ ملک مصر و شام کا حاصل تھا چھٹی صدی میں ختم ہوگیا اور رفتہ رفتہ ان کا زور یوں ہی ٹوٹتا رہا حتیٰ کہ مشہور مصری سلطان الملک الظاہر بیبرس کے زمانہ میں تو تھوڑی بہت ترجیح جو ان لوگوں کو حاصل تھی وہ بھی ختم ہوگئی، عام طور پر شوافع پر یہ بات نہایت گراں گذری، علاوہ اس سلسلہ میں کیا کچھ کیا جاتا ہوگا اور کیا کچھ کہا جاتا ہوگا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تاج الدین السبکی صاحب الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ جیسے سنجیدہ روشن خیال عالم بھی اپنی کتاب میں یہ ارقام فرماتے ہیں کہ

قال اھل التجربۃ ھذہ الاقالیم المصریۃ والشامیۃ والحجازیۃ متی کانت البلد

اہل تجربہ کا بیان ہے کہ مصری اور شامی و حجازی علاقوں میں جب تسلط شافعیوں کے سوا کسی اور کا ہوا تو

[1] حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۹۹

فیہا لغیر الشافعیہ خربت ومتی — اسی وقت ملک میں بربادی پھیل گئی ہے اسی طرح ان علاقوں
قدم سلطانہا غیر اصحاب الشافعی — میں امام شافعیؒ کے ماننے والوں کے سوا اگر کسی کو سلطانی حاصل
زالت دولتہ سریعاً۔ — ہوئی تو اس کی حکومت بہت جلد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔

پھر خدا جانے کس بنیاد پر بٹوارہ کے اس نظریہ کو پیش فرماتے ہیں کہ مصر، شام، حجاز ہم شافعیوں کے لئے اس طرح مخصوص ہے کہ

کما جعل اللہ تعالی لمالک فی بلاد — جیسے اللہ تعالیٰ نے امام مالکؒ کے لئے مغربی بلاد میں اور
المغرب ولابی حنیفہ فیما وراء النہر۔ — امام ابوحنیفہؒ کے لئے ماوراء النہر میں قرار دیا ہے۔

اور یہ تو تاج الدین السبکی کا بیان ہے، اب ان کے والد کا خیال بھی سنئے وہ تو اپنے صاحبزادے سے اور بھی چند قدم آگے ہیں۔ تاج ہی لکھتے ہیں۔

سمعت الشیخ الامام الوالد یقول سمعت — میں نے اپنے والد تقی الدین السبکی شافعی سے سنا ہے
صدر الدین المرحل یقول ما — فرماتے تھے کہ میں نے صدر الدین بن المرحل سے سنا وہ
جلس علی کرسی مصر غیر شافعی — کہتے تھے کہ مصر کی کرسی پر جب کبھی کوئی غیر شافعی بیٹھا
الا وقتل سریعاً۔ — ہے بہت جلد قتل کر دیا گیا ہے۔

اسی سلسلہ میں شوافع میں بھی بہت کچھ مشہور تھا کہ جب ملک الظاہر بیبرس نے چار قاضیوں کے رسم کی پھر تجدید کی تو اس نے ایک دن خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا کہ غضب ناک ہو کر فرما رہے ہیں "تو نے میرے مذہب کے ساتھ دوسرے مذہبوں کا جوڑ لگا دیا ہے اچھا میں نے تجھکو اور تیری اولاد کو مصر سے معزول کر دیا ہے"

لوگوں کا بیان ہے کہ اس خواب کے بعد ملک الظاہر بیبرس اس کے بعد زیادہ دن جی نہ سکا اور مر گیا اور اسی طرح اس کا بیٹا سعید بھی زیادہ دن نہ ٹھہر سکا اس کی حکومت زائل ہو گئی اور اس کا خاندان آج

فقر و فاقہ کا شکار رہتے۔

السبکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ملک الظاہر مر گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا گذری؟ تو جس بیچارے سے خدا جانے کتنے گناہ ہوئے ہوں گے، کس کس کا مال غلط طریقہ سے لیا ہوگا، اور جیسا کہ عموماً اس زمانہ کے سلاطین کا حال تھا خدا جانے کتنوں کے خون اس کی گردن پر ہوں گے لیکن اس تمام سلسلہ میں اس کی سزا جس چیز پر ہوئی وہ یہ تھی کہ جس کا اظہار خواب دیکھنے والے صاحب سے اس نے بایں الفاظ کیا

عذبنی اللہ عذابا شدیدا — اللہ تعالیٰ نے میری سخت سزا اس حرکت پر فرمائی کہ میں نے

بجعل القضاۃ اربعۃ وقال — چار چار قاضیوں کا تقرر کیا۔ فرمایا کہ تو نے مسلمانوں

فرقت کلمۃ المسلمین۔ — کی بات میں تفرقہ ڈال دیا۔

ان واقعات سے اور تو کچھ نہیں اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ برادرانِ شوافع پر دوسرے مکاتبِ خیال کے علماء کا تقرر سخت ناگوار گذر رہا تھا جب کشفی اور رویائی نظریات کا یہ حال ہے تو نسبتاً اس سے جو آسان تر چیز تھی یعنی دوسروں کے علم پر حملہ کرنا ان کے نقائص نکالنے بھلا اس میں کیا کمی کی گئی ہوگی. خصوصاً حنفیوں کو حدیث کے معاملہ میں رسوا اور بدنام کرنا تو آسان ہے کہ معمولی عربی خواں بھی ہدایہ کے صفحات کو الٹ کر ہر صفحہ سے تقریباً ایسی حدیث نکال کر دکھا سکتا ہے جس کا پتہ بخاری و مسلم ہی میں نہیں صحاح کی اور دوسری کتابوں میں بھی مشکل ہی سے چلتا ہے، کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ ہدایہ کی حدیثیں ان کتابوں میں واقعہ یہ ہے کہ نہیں پائی جاتیں۔ آج بھی ہندوستانی مطبع کی ہدایہ کی تقریباً اکثر حدیثوں کے نیچے "غریب جدا" "نادر جدا" "لم یوجد فی الکتب" لکھا ہوا ملتا ہے۔

بظاہر اسی سوال نے میرے خیال میں مصر کے اس عہد میں اہمیت حاصل کی اور آخر کچھ لوگ حنفیوں میں تیار ہوگئے جنھوں نے پوری توجہ اور محنت سے حدیث و متعلقات حدیث کے فنون میں کمال پیدا کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہدایہ ہی اس زمانہ میں بھی یاروں کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کہاں تو

یہ حال تھا کہ ہدایہ کے شروح میں بھی حدیثوں کی تخریج کا التزام نہ تھا یا ایک وہ زمانہ مصر میں آیا کہ صرف علامہ زیلعی ہی نے نہیں بلکہ جیسا کہ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے، صاحب جوہر النقی علامہ ماردینی نے بھی اور ان کے شاگرد عبدالقادر مصری صاحب جواہر مضیہ نے بھی ہدایہ کی حدیثوں کی تخریج پر کام کیا اور مستقل کتابیں لکھیں[1]۔

خیر اسباب کچھ ہی ہوں، مگر اس سلسلہ میں ایک بڑا کام یہ ہو گیا کہ طحاوی کے جس تیر کو حافظ بیہقیؒ نے الٹ کر احناف پر چلا دیا تھا اور ڈھائی سو سال تک پھر اس تیر کو کوئی واپس نہ کر سکا تھا "الجوہر النقی" لکھ کر صرف جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ کچھ اقدام بھی کیا گیا تاکہ ہر حنفی اس کتاب کو اپنے پاس سفر و حضر میں بآسانی رکھ سکے۔ ماردینی کے کچھ دن بعد مصر کے دوسرے حنفی محدث علامہ قاسم بن قطلوبغا نے جو علاوہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے علامہ ابن الہمام حنفی صاحب فتح القدیر کے تلمیذ رشید ہیں "الجوہر النقی" کا ایک خلاصہ تیار کیا۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون میں لکھتے ہیں۔

ثم لخصہ زین الدین، قاسم بن	یہ جوہر النقی کا ایک خلاصہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی
قطلوبغا الحنفی المتوفی سنہ ۸۷۹ھ	نے تیار کیا جن کی وفات ۸۷۹ھ میں ہوئی اس خلاصہ کا نام
سماہ ترجیح الجوھر النقی۔	انھوں نے ترجیح الجوہر النقی رکھا
	اور اس لئے کہ مسئلہ کے ملنے میں آسانی ہو۔
ورتبہ علی حروف المعجم[2]	اس کتاب کو انھوں نے حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔

اور یوں تیسری صدی کے وسط میں ایک شافعی عالم کی زبان سے۔

---

[1] اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مصر میں شافعیت اور حنفیت کے یہ قصے جس زمانے میں چھڑے ہوئے تھے ان ہی دنوں میں ہندوستان کے ایک عالم علامہ سراج الدین الہندی کہیں سے مصر پہنچ گئے۔ خدا نے ان کو اس ملک میں بڑا اقبال و جلال عطا کیا۔ شوافع سے احناف کے چھنے ہوئے حقوق کے حاصل کرنے میں سراج ہندی نے بڑے بڑے کام کئے جن کی تفصیل درر کامنہ میں حافظ ابنِ حجرؒ نے کی ہے۔ سراج ہندی نے ہدایہ کی ایک شرح توشیح نامی بھی لکھی ہے جس کی خصوصیت یہی بیان کی جاتی ہے کہ جدلی شرح ہے یعنی شافعیوں کے جواب میں ہے۔ [2] ج ۱ ص ۴۷۹۔

واللہ ما یجیئ منك شیئ   قسم خدا کی تجھ سے کچھ نہ بن پڑے گا۔

قسم کا جو فقرہ بے اختیار زبان سے نکل گیا تھا وہ نویں صدی کے آخر تک مسلسل ٹوٹتی رہی اور مصر کے ایک گاؤں طحا کے ایک دہقانی نوجوان کو جو کہا گیا تھا کہ تجھ سے نہیں بن سکتا خود وہ اور اس کی بدولت وفاق و خلاف تقریباً آٹھ ساڑھے آٹھ سو سال تک فقہ اور حدیث کی دنیا میں تحقیق و تدقیق تلاش و تجسس کا ایک طوفان برپا رہا۔ گویا ہم اکثر "جدلیات" کے اس سلسلہ کو کسی چارٹ یا شجرہ کی شکل میں ظاہر کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے

مختصر المزنی	تیسری صدی
"کتاب جلیل" قاضی بکار	تیسری صدی
مختصر طحاوی کبیر و صغیر علی ترتیب المزنی و ترتیب بکار	چوتھی صدی
معرفۃ السنن والآثار فی رد الطحاوی السنن الکبریٰ بیہقی	پانچویں صدی
الجوہر النقی علامہ ماردینی الرد علی البیہقی	ساتویں صدی
ترجیح الجوہر النقی القاسم بن قطلوبغا تلخیص الجواہر	آٹھویں صدی

اور اسی شجرہ علیہ کے ہر درجہ کو میں امام الطحاوی کے "یوم الحدیا" کے "تعاجیب ربنا" کا ایک ایک "التعجیب" قرار دیتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ علاوہ ائمہ مجتہدین (یعنی ابوحنیفہ و قاضی ابویوسف و محمد بن الحسن وغیرہم) کے طبقات احناف میں بڑے بڑے علما اور افاضل پیدا ہوتے رہے۔ لیکن حنفی ادبیات کا وہ سلسلہ جس میں فقہیات کے

ساتھ حدیث وعلم حدیث کا مستند سرمایہ شریک ہے۔ اس سلسلہ کے بانی اول حنفیوں میں امام ابوجعفر طحاوی ہی ہیں انھوں ہی نے اس کی بنیاد ڈالی اور پھر جیسا کہ تفصیل میں نے بتایا آئندہ جو کچھ ہوا ان ہی کی راہوں سے ہوا گویا اس شاخ کے حنفیوں میں وہ امام ہیں۔

لیکن نظر تحقیق کا برا ہو، چاہا تو یہی جاتا ہے اور کہا بھی جاتا ہے کہ علم وہی ہے جو تحقیقی ہو، ورنہ تقلیدی علم علم نہیں، معلومات کی صرف گردآوری ہے۔ مگر دنیا میں جس بیچارے نے علم کی جس شاخ میں بھی خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، تحقیق کا قدم اٹھایا، خدا جانے یہ کیا قصہ ہے کہ اس سے عوام کا کوئی طبقہ کبھی راضی نہ رہا۔ امام طحاوی کی داستان تو بیان ہی کروں گا۔ امام مزنی جنھوں نے اپنی پوری عمر امام شافعیؒ اور ان کے علوم کی خدمت نشر واشاعت تہذیب وتنقیح میں گذاردی، حتیٰ کہ اس سلسلہ میں بیچارے کو اپنے حقیقی بھانجے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہونا پڑا، جس کا صدمہ جیسا کہ ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کرچکا ہوں، مرنے کے بعد بھی باقی رہا لیکن وہ امام مجتہد کے شاگرد تھے، اپنی کتابوں میں بعض مسائل کے متعلق انھوں نے امام سے اختلاف بھی کیا ہے، ہزارہا چیزوں میں اتفاق کیا لیکن چند مسائل میں اختلاف، پس یہ بھی ان کے لئے مصیبت ہوگئی۔ بعد کو جیسے جیسے تقلید کا رنگ جیسا کہ قاعدہ ہے گہرا ہوتا رہا بیچارے امام مزنی کا یہ جرم کہ خود اپنی رائے کیوں قائم کی، شوافع کے عام طبقہ کے لئے ناراضی کا باعث ہوا۔ زیادہ دن کے بعد نہیں بلکہ تیسری صدی کے اختتام پر شافعیوں کے مشہور عالم ابن سریج المتوفی ۳۱۶ھ جن کا ذکر بار بار آچکا ہے۔ ایک طرف تو المزنیؒ کی کتاب کی اتنی تعریف فرماتے تھے لیکن انہی سے خطیب نے تاریخ بغداد میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے۔

یوتی یوم القیامۃ بالشافعی وقد	قیامت کے دن امام شافعیؒ حاضر کئے جائیں گے اس حال
تعلق بالمزنی یقول رب ھذا	میں کہ وہ مزنی کا دامن پکڑے فرمارہے ہیں پروردگارا
افسد علومی فاقول مھلا	اس شخص نے میرے علوم کو بگاڑ دیا۔ تب میں کہوں گا یعنی

یا ابا ابراھیم فانی لم ازل فی — قاضی سریج کہیں گے کہ ابو ابراہیم ٹھیر جاؤ میں ہمیشہ ان

اصلاح ما افسدہ ۵۱ — چیزوں کو درست کرتا رہتا ہوں جن کو انھوں نے بگاڑا تھا

غالباً ابن سریج کی یہی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ابن خلکان نے کہا ہے کہ

کان یفضل علی جمیع اصحاب الشافعی — ابن سریج کو امام شافعیؒ کے ماننے والوں میں سب پر

حتی المزنی۔ ۵۲ — فضیلت دی جاتی ہے حتی کہ المزنی پر بھی

غالباً امام شافعیؒ کے براہِ راست تلمیذ اور خلیفہ پر ایک شافعی عالم کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ پچھلے نے بجز تقلید کے تحقیق سے کہیں کام نہیں لیا۔ خیر، یہ تو شوافع کی اپنے گھر کی باتیں ہیں۔ ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت؟ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جرم تحقیق میں جس طرح سب کچھ مٹا دینے کے بعد امام مزنی کو وہ مفسد علوم الشافعی کا تحفہ برادرانِ شوافع سے ملا، کچھ یہی کیفیت امام طحاوی کی حنفیوں میں نظر آتی ہے۔ ایک طرف مخالفوں کا تو بیچارے کے ساتھ وہ سلوک جو آپ حافظ بیہقی کی زبانی سن چکے، ان پر الزام لگایا گیا کہ ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی پاسداری میں یہ شخص اتنا غالی ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کر دیتا ہے اور ضعیف کو قوی کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں مسلمہ بن قاسم اندلسی کی کتاب صلہ سے امام طحاوی کے متعلق یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ

کان یذھب بمذھب ابی حنیفہ — ابو حنیفہ کے مسلک کے پیرو تھے اور ان کے مذہب کی

کان شدید العصبیۃ فیہ ۵۳ — پاسداری میں سخت متعصب تھے۔

اور یہ تو خیر نصرت ابو حنیفہؒ کی جرم کی ہلکی سزا ہے۔ کوئی شخص معاویہ بن احمر القرشی ہے اس کی طرف تو منسوب کر کے امام کو ایک ایسی چیز سے متہم کیا گیا ہے کہ گو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مصلحتوں کی بنیاد پر اس مجہول الحال شخص کی روایت اپنی کتاب میں درج کر دی ہے۔ لیکن مجھے تو اس کو نقل کرنے میں بھی شرم آتی ہے تاہم یہ دکھانے کے لئے کہ عشق حنیفت میں امام طحاویؒ کو کیا کیا نہ کہا گیا کیا کیا نہ سنایا گیا۔

---

۵۱ ج ۴ ص ۲۹۶۔ ۵۲ ص ۱۷۔ ۵۳ ص ۲۷۲۔

نقل کرتا ہوں۔ ابن الاحمر کہتا ہے۔

دخلت مصر قبل الثلاث مائة و	میں مصر تیسری صدی میں پہنچا اور اہل مصر کو پایا
اھل مصر یرمون الطحاوی بامر عظیم	کہ وہ طحاوی کی طرف ایک سخت بیہودہ بات
فظیع من جھتہ امور القضاء او من جھتہ	قضا کے سلسلہ میں منسوب کرتے ہیں۔ یا امیر
ما قیل انہ افتی بہ ابا الجیش من	ابو الجیش کو جو فتوی انھوں نے خصی کیے ہوئے
امر الخصیان۔	غلاموں کے متعلق دیا تھا۔

پہلے الزام کا مطلب تو غالباً یہ ہے کہ قضا کے سلسلہ میں کچھ لین دین خورد برد کرتے تھے اور دوسرے الزام سے خدا جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ بہرحال کچھ ہی کہنا چاہتا ہو لیکن جس وجہ سے اس نے یہ باتیں تراشی ہیں غنیمت ہے کہ اس کا اظہار بھی اس کے بعد فرما دیا گیا ہے۔ یعنی ان دونوں الزاموں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ

وکان یذھب مذھب ابی حنیفہؒ	الطحاوی امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے پیرو تھے ان کا عقیدہ تھا
لا یری حقا خلافہ (ص ۲۶۶)	کہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے سوا کوئی دوسرا مسلک حق نہیں ہے۔

گویا خود ہی کھول دیا کہ میں نے یہ سب جو کچھ کہا اس کی علت یہ ہے کہ وہ ابو حنیفہؒ کے مسلک پر چلتے تھے اور اس باب میں اتنے متشدد تھے کہ جو خیال ابو حنیفہؒ کے خلاف ہو اسے وہ حق نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی حق کا معیار طحاوی کے یہاں صرف یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہو، چونکہ اس شخص کے بیان کا آخری جملہ قطعاً غلط ہے جیسا کہ یوں بھی لوگوں کو معلوم ہے، قاضی حربویہ کی مجلس میں انھوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہی تغلیط کے لئے کافی ہے، نیز اس کا حال آگے بھی معلوم ہوگا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اور بھی جو باتیں ابن احمر نے ان کی طرف منسوب کی ہیں صرف اس کی خود تراشیدہ ہیں۔ بھلا جس شخص کو ابن یونس جو ان کے معاصر اور ہم وطن ہیں شب و روز کہ دیکھنے والے ہیں اور السیوطی جنھیں ابن یونس الحافظ الامام کے لقب سے ملقب

کرنے کے بعد فن حدیث میں ان کی جلالت قدر کے متعلق لکھتے ہیں۔

هو امام فی هذا الشان متیقظ حافظ مکثر خبیر بایام الناس۔ ـله — ابن یونس فن حدیث کے امام بیدار ہیں۔ حدیث کے حافظ ہیں اور بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔ نیز عام تاریخ کے متعلق بھی بڑے خبیر ہیں۔

یہی محدث ابن یونس علامہ طحاوی کے متعلق فرماتے ہیں گویا عینی شہادت دیتے ہیں کہ

کان ثقۃ ثبتاً فقیہاً عاقلاً لم یخلف مثلہ ـله — امام طحاوی بڑے ثقہ، ثبت، فقیہ عاقل تھے، اپنی نظیر انھوں نے اپنے بعد نہ چھوڑی۔

خود حافظ ذہبی باوجود سخت متشدد ہونے کے "الطحاوی الامام" کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں۔

العلامۃ الحافظ صاحب التصانیف البدیعۃ — العلامہ حافظ، بے نظیر تصنیفوں کے مصنف ہیں

السیوطی مشہور شافعی عالم ہیں اور تعصب میں بھی کسی سے کم نہیں ہیں لیکن جو واقعہ ہے اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

الطحاوی الامام العلامۃ الحافظ کان ثقۃ ثبتاً فقیہاً لم یخلف بعدہ مثلہ انتہت الیہ ریاسۃ الحنفیۃ بمصر ـله — الطحاوی امام علامہ حافظ بڑے ثقہ، ثبت، فقیہ اپنے بعد اپنی نظیر نہیں چھوڑی۔ ان پر مصر میں حنفیوں کی سرداری ختم ہوئی ہے۔

گویا امام طحاوی کے پنجگانہ صفات یعنی ثقہ، ثبت، فقیہ، عاقل اور بے نظیر ہونے کی جو چشم دید گواہی ابن یونس نے دی تھی آخر تک بالاتفاق تمام محدثین اس کی مسلسل توثیق کرتے چلے آئے ہیں۔

اگر ابن الاحمر کے بیان میں کچھ بھی اصلیت کی جھلک لوگوں کو محسوس ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ بغیر کسی تذبذب اور دغدغہ کے سلفاً عن خلف امام طحاوی کو محدثین ثقہ (یعنی) ایسا شخص جس کے کردار اور اخلاقی

ـله و ـله حسن المحاضرہ ص ۱۴۷ - ـله لسان) تذکرہ

زندگی پر بھروسہ کیا جائے، مسلسل لکھتے چلے آتے خصوصاً ان بزرگوں سے بھلا اس کی امید ہوسکتی تھی جو طحاوی سے حنفیت کی وجہ سے اپنے دلوں میں اچھی خاصی گرانی بھی رکھتے ہیں۔

کس درجہ حیرت کی بات ہے کہ ابن الاحمر جیسے مجہول الحال والاسم شخص کو تو مصر میں امام طحاوی کے متعلق یہ خبریں ملیں لیکن اسی زمانہ میں جس کا وہ ذکر کر رہا ہے ہم ان کے حلقۂ درس میں مشہور معاجم حدیث کے جامع سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی، ابن الخشاب البردعی، القرطبی، شیخ الظاہریہ عبد اللہ بن علی الداودی، محمد بن ابراہیم المقری الحافظ، خود ابن یونس مصری اور الحافظ المعروف بغیدر محمود بن حمزہ المعیدلی، احمد بن محمد بن منصور الدامغانی وغیرہم محدثین حفاظ ثقات وفقہا کو پاتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے مقام کا امام تھا۔ خدانخواستہ اگر ان بزرگوں کو امام طحاوی میں ابن احمر کے اتہامات کا ادنیٰ شائبہ بھی محسوس ہوتا تو جیسا کہ ان لوگوں کا عام دستور تھا قطعاً ان سے حدیث نہ سنتے۔

خیال کرنا چاہیے جو شخص ان جلیل القدر ائمہ وحفاظ کا استاد خصوصاً روایت حدیث کا استاد ہو اور جو خود بھی سلیمان بن شعیب نسائی، یونس بن عبد الاعلیٰ جیسے بزرگوں کا حدیث میں شاگرد ہو جن کے متعلق صاحب جواہر مضیہ لکھتے ہیں کہ۔

شارك فيه مسلما۔ ان اساتذہ حدیث میں وہ امام مسلم (صاحب صحیح) کے ساتھی ہیں۔

اور یہی دو کیا امام طحاوی کے اساتذہ حدیث کی اتنی کثرت ہے کہ

جمع بعضهم مشائخه في جزء ان کے اساتذہ کے نام کو لوگوں نے ایک مستقل جزء میں جمع کیا ہے

بہرحال اس وقت امام طحاوی کے متعلق مجھے رجالی بحث جرح وتعدیل کی مقصود نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے مکتب خیال کی جنبہ داریوں میں جس شخص نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ قربان کر دیا، پڑھا تو اسی لئے اور پڑھایا تو اسی لئے، لکھنے کا بھی حال یہ ہے کہ گو امام طحاوی نے علم کے اور شعبوں میں بھی چند بڑی کتابیں لکھی ہیں خصوصاً مورخین ان کی تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ولہ تاریخ کبیر ۵۱ ان کی بڑی تاریخ بھی ہے۔

بعد کے اربابِ تاریخ بکثرت طحاوی کی اس تاریخ کا حوالہ دیتے ہیں اور ایک کتاب انھوں نے "النوادر والحکایات" کے نام سے بھی لکھی ہے۔ قاضی عیاض کے حوالہ سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ

النوادر والحکایات فی نیف وعشرین جزء النوادر والحکایات تقریباً بیس جزء کی کتاب ہے۔

اسی طرح مشہور محدث ومورخ لغوی ابو عبید پر بھی انھوں نے انساب کے متعلق تنقید فرمائی ہے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے گذشتہ بالا چند کتابوں کے سوا انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اور بہت کچھ لکھا ہے جس کی بڑی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ باوجود طولِ عمر یعنی ۸۳ سال کی عمر پانے کے ان کے قوی کا حال آخر تک یہ رہا جیسا کہ ابنِ ندیم کی کتاب الفہرست کے حوالہ سے حافظ ابنِ حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے کہ

قد بالغ الثمانین والسواد فی لحیتہ اسی سال عمر تک پہنچے لیکن ان کی ڈاڑھی کے اکثر من البیاض۔ ۵۲ سیاہ بال سفید سے زیادہ تھے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ آخر وقت تک ان کو کام کرنے کا موقعہ ملا بقول ابنِ ندیم

کان اوحد زمانہ علماً۔ علم میں یگانہ روزگار تھے۔

علی الخصوص حنفیہ اور ان کے ائمہ کے علوم کا تو شاید نہ ان کے بعد اتنا کوئی بڑا عالم ہوا اور نہ شاید ان سے پہلے گذرا، مشہور اندلسی محدث حافظ ابو عمرو بن عبد البر اپنی کتاب العلم میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

کان الطحاوی اعلم الناس بسیر الکوفیین واخبارھم وفقھم مع مشارکتہ فی جمیع المذاھب من الفقھاء ۵۳ الطحاوی کوفیوں کی سیرت اور ان کے اخبار اور ان کی فقہ کے سب سے بڑے عالم ہیں اور اسی کے ساتھ فقہائے اسلام کے دوسرے مکاتب خیال کے بھی وہ بڑے عالم ہیں

واقعہ یہ ہے کہ علامہ طحاوی نے اپنی ذہنی اور کسبی نعمتوں کو حنفی مذہب کی خدمت کے لئے وقف

---

۵۱ جواہر ۱۰۴۔ ۵۲ ج ۱ ص ۲۷۷۔ ۵۳ لسان۔

کردیا۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں ان کی جن کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے، میرے علم میں جن کی تعداد تقریباً بیس کے قریب ہے، کسی نہ کسی حیثیت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے حنفی مذہب کو فائدہ پہنچا ہے۔ معانی الآثار مشکل الآثار تو خیر مطبوعہ ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھکر اندازہ کر سکتا ہے کہ گو بظاہر ان کے نام یا دیباچہ میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ ان میں حنفی مکتب خیال کی تائید کی جائیگی۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اصل مقصد ان کتابوں کا اس کے سوا اور کیا ہے اور ان ہی دو کتابوں سے ان کی کتاب احکام القرآن جو بیس جزء سے زیادہ اوراق میں ختم ہوتی ہے۔ اس کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ احکام القرآن قرآن کے متعلق ان کی دوسری املائی کتاب کے سوا ہے جس کے متعلق قاضی عیاض نے صحیح مسلم کی شرح اکمال میں لکھا ہے کہ۔

...فی القرآن الف ورق۔ قرآن کے متعلق ان کی ایک کتاب ہزار صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔

اس کے سوا جامع صغیر جامع کبیر تو امام محمد کی کتابوں کی شروح ہی ہیں خود ان کی مختصر کبیر و صغیر براہِ راست حنفی فقہ کی کتابیں۔ اسی طرح ان کی کتابیں جو شروط کے متعلق ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ اس باب میں ان کی کتابوں سے بہتر کتابیں آج تک نہیں لکھی گئی۔ جواہر مضیہ میں ہے۔

ولہ الشروط الکبیر والشروط الصغیر والشروط الاوسط — شروط کبیر، شروط صغیر، شروط اوسط، ان کی تین کتابیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان کا تعلق بھی حنفی مذہب ہی سے ہے کیونکہ اس فن سے ان کو خاص مناسبت اس لئے زیادہ تھی کہ قاضی بکار نے بصرہ میں ہلال بن یحیی الرائے (تلمیذ ابی یوسف و زفر) سے خصوصیت کے ساتھ علم الشروط سیکھا تھا۔ عبد القادر مصری نے قاضی بکار کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ

اخذ عن (ہلال الرائے) علم الشروط (ص ۱۶۹) علم الشروط قاضی بکار نے ہلال رائے سے سیکھا تھا۔

خود قاضی بکار نے بھی کتاب المحاضر والسجلات اور "کتاب الوثائق والعہود" تصنیف کی تھی۔ امام طحاوی نے انہی سے اس فن کو سیکھا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں طحاوی کا واقعہ ان ہی شروط و مواثیق و عہود کے

متعلق نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی حربویہ جیسے عالم بھی امام طحاوی کے نکات کو بآسانی سمجھ نہیں سکتے تھے، واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قاضی حربویہ نے امام طحاوی کا نام "دیوان الشہود" میں درج کرالیا تو حسب ضرورت کبھی کبھی ادائے شہادت کے لئے ان کے اجلاس میں بھی جانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ طحاوی نے ان کے سامنے تحریری شہادت جو انھوں نے لکھکر پیش کی تھی، قاضی حربویہ کے سامنے پڑھی۔ شہادت کی اس عبارت میں جن فقہی اور قانونی نکات کو امام نے ملحوظ رکھا تھا ان کے فوائد اور اثرات اور نتائج تک قاضی حربویہ کی بآسانی رسائی نہ ہوسکی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قاضی حربویہ نے ایک دفعہ عبارت سنی اور کہا کہ "عرفنی" "مجھے سمجھاؤ" امام نے سمجھایا، پھر بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا اور بولے "عرفنی" جب دو دفعہ یہ ہو چکا تو اس زمانہ میں چونکہ گواہوں یا مقدمہ کے فریقین کا اظہار کھڑا کر کے نہیں لیا جاتا تھا بلکہ سب قاضی کے سامنے فرش ہی پر بیٹھ جاتے تھے، اور اپنے اپنے وقت میں بیٹھے بیٹھے ہی اظہار دیتے تھے۔ اسی بنیاد پر اب تک تو امام طحاوی قاضی حربویہ کو بیٹھے بیٹھے سمجھا رہے تھے لیکن جب دو دفعہ انھوں نے عرفنی عرفنی کہا، تب امام کا ارادہ ہوا کہ اب اس عبارت کے حقائق و نکات پر تفصیلی بحث قاضی کے سامنے کرنی چاہئے مخاطب کرکے قاضی صاحب سے بولے

یاذن لی القاضی فی القیام الی موضع کیا قاضی اجازت دیں گے کہ میں کسی جگہ کھڑا ہو جاؤں

قاضی صاحب نے فرمایا "قم" یعنی کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ امام طحاوی پر اپنے مضمون کو بیان کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ

فقام ابو جعفر یجر ردائہ	ابو جعفر کھڑے ہوئے اس طریقہ سے کہ اپنی چادر
قد سقط بعضہ قال فاقام	جس کا کچھ حصہ ان کے جسم سے گر گیا تھا اسی گھسیٹ
فی ناحیۃ	رہے تھے اور ایک کنارہ پر کھڑے ہو گئے۔

کھڑے ہو کر اپنی شہادت کے ہر ہر لفظ پر انھوں نے اس طرح بحث کی جیسے اس زمانہ میں وکلا اور بیرسٹر بحث

کرتے ہیں تقریر جب ختم ہوگئی تب بیٹھ گئے، اور اب انھوں نے دیکھا کہ قاضی حربویہ کے چہرہ پر مطلب کے سمجھ لینے اور ان دقائق تک پہنچ جانے کی علامات نمایاں ہیں، بیان کیا جاتاہے کہ امام طحاوی اپنی نشست گاہ سے سرکتے جاتے تھے اور قاضی صاحب کو کہتے جاتے تھے، جی ہاں میرا فلاں لفظ سے یہ مطلب تھا اور فلاں لفظ سے یہ مقصد تھا، حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ

ثم عاد یحبو علی رکبتیہ ویقال نعم — پھر پلٹ کر وہ اپنے دونوں زانوؤں پر سرکتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے

اعزک اللہ اشہد بکذا وکذا — خدا آپ کی عزت دوبالا کرے میں یہ کہتا ہوں یہ کہتا ہوں۔

قاضی حربویہ نے تب ان کے "شہادت نامہ" کو اپنے ہاتھ میں لیا اور (وعلم علی شہادتہ) ان کی شہادت پر اپنے دستخط ثبت کئے فن شروط میں امام کی مہارت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قاضی حربویہ کی علمی جلالت و منزلت میں بیان کرچکا ہوں اس کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس واقعہ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے حافظ ابن حجر نے بھی اس واقعہ کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے

کان ابو جعفر الطحاوی وحید النقد فی — شروط سجلات (وثائق) اور شہادات میں ابو جعفر طحاوی

الشروط والسجلات والشہادات (۲۸) — کی شخصیت بہت نمایاں تھی۔

مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا فقہ اور اسلامی قانون کی یہ شاخ بھی دراصل حنفی مکتب فقہ کی ایک خصوصی چیز تھی اس فن پر امام نے جو کچھ لکھاہے، حنفیوں کے اس علم کو چمکانے کے لئے لکھا، انھوں نے اپنے استاد قاضی بکار کی اتباع میں خود بھی "المحاضر والسجلات والوصایا" پر کتابیں لکھی ہیں ایک کتاب مواریث وفرائض میں بھی تصنیف کی، اراضی مکہ کا کیا حکم ہے، مکہ عنوۃ فتح ہوا یا صلحا چونکہ اس میں محدثین اور فقہا کا اختلاف ہے اس لئے آئندہ احکام میں بھی اختلافات ہوئے امام طحاوی نے ایک مستقل کتاب اس مسئلہ پر لکھی ہے جنگ کے قانون کا ایک اہم باب "غنائم و فے" کی تقسیم کا ہے، اس پر بھی ان کی ایک کتاب ہے عیسیٰ بن ابان جو امام محمد کے ممتاز شاگردوں میں ہیں لیکن انھوں نے باوجود اس کے امام محمد کی کتابوں کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے ہوئے "خطار الکتب" ایک کتاب لکھی تھی، امام طحاوی نے اس کا جواب بھی ایک مستقل تصنیف کے ذریعہ سے دیا ظاہر ہے کہ امام طحاوی کے ان تمام علمی مجاہدات سے بلاواسطہ یا بالواسطہ حنفی مذہب اور حنفی مذہب کے علماء ہی کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا، یہاں تک کہ خود امام ابو حنیفہ کی ایک مستقل سوانح عمری لکھی۔ (باقی آئندہ)